باب سوم

اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین

مشقی سوالات

سوال ا۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

حضور اکرم ﷺ کی شفقت و رحمت (الف) عورتوں پر (ب) بچوں پر (ج) امت پر (د) یتیموں پر۔

جواب: الف۔ حضور اکرم ﷺ کی شفقت ورحمت عورتوں پر:

اسلام سے قبل معاشرے میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔ وہ ظلم وستم کا شکار تھیں۔ حضرت محمد ﷺ نے انہیں عزت و احترام بخشا اور ان کے حقوق و فرائض کا تعین کیا اور ان کو ماں، بیٹی اور بیوی تینوں حیثیتوں سے عزت عطا کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ (سیوطی)

ترجمہ: جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اسلام سے قبل عورت کا مقام:

عرب کے لوگ ننگ و عار یا بھوک اور افلاس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس قبیح رسم کو ختم کروایا اور لڑکیوں کو گھر کی ...

ب۔ حضور اکرم ﷺ کی شفقت و رحمت بچوں پر:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ کا گذر بچوں کے پاس سے ہوتا تو آپ ﷺ انہیں سلام کرتے اور رک کر پیار کرتے۔ ایک روز آپ ﷺ حضرت حسنؓ بن علیؓ کو پیار کر رہے تھے کہ اقرع بن حابس تمیمی جو آپ ﷺ کے پاس موجود تھے کہنے لگے "میرے دس لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کو یوں پیار نہیں کیا" آپ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان رحمت یہ تھی کہ آپ ﷺ انسان تو انسان جانوروں تک کے لیے باعث رحمت تھے۔

ج۔ حضور اکرم ﷺ کی شفقت و رحمت اُمت پر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اور آپ ﷺ کی زندگی کو پوری انسانیت کے لیے نمونہ ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے پاس (اللہ کا) ایک رسول ﷺ آگیا ہے۔ جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا رنج و کلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں کے لیے شفقت رکھنے والا، رحمت والا ہے۔

اُمت کے لیے خصوصی رحمت:

حضور اکرم ﷺ مقروض اصحاب کا قرضہ اپنے پاس سے ادا فرماتے۔ بحالت ضروری نماز و خطبہ مختصر فرمادیتے۔ یہاں تک کہ بقول حضرت عائشہؓ اپنے پسندیدہ عمل کو بھی اس لیے ترک فرمادیتے کہ کہیں وہ عمل امت پر فرض کی حیثیت سے عائد نہ ہو جائے۔ مثلاً نماز تراویح صرف تین دن مسجد میں ادا فرمائی (صحیح بخاری)۔ اور بعد ازاں یہ خیال مانع ہوا کہ نماز تراویح امت پر فرض نہ کردی جائے۔ اسی طرح امت کو عبادات و معاملات میں دشواری سے بچانے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے عمر بھر فکر کی۔ مثلاً مسواک کے بارے میں فرمایا، اگر امت کو دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح بخاری)۔

غرضیکہ خلقِ خدا اور خالق ارض و سماء دونوں شاہد ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(یعنی ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔ سورۃ التوبہ: ۱۲۸) کے بہترین مصداق تھے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی شفقت و رحمت یتیموں پر:

یتیموں اور غریبوں کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سراپا رحمت

ترجمہ: میں اور یتیم کی نگہداشت کرنے والا بہشت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے۔

یتیم کی نگہداشت:

حضرت اسماءؓ بنت عمیس (زوجہ حضرتِ جعفر طیارؓ) بیان کرتی ہیں کہ جس دن جعفر غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ "اسماء! جعفرؓ کے بچوں کو بلاؤ" میں نے ان بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر کیا تو آپ ﷺ نے انہیں سینے سے لگایا اور رو پڑے، میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! شاید آپ ﷺ کو جعفرؓ کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔ فرمایا۔ "وہ آج شہید ہو گئے"۔

سوال ۲۔ " إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ " حضور اکرم ﷺ نے اس حکم قرآنی کے تحت اختلاف رنگ و نسل مٹا کر تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔" اس پر مفصل تبصرہ کریں۔

جواب: اُخُوَّت :

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب معاشرے میں جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں درس اخوت و محبت دیا اور مختصر سے عرصے میں معاشرے کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق و کردار سے دشمنوں کو دوست، بیگانوں کو یگانہ اور خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اسی نعمت خداوندی کا ذکر اس آیہ کریمہ میں کیا گیا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم تھا۔ یہ نعمت جو صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے حاصل ہوئی دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ الانفال: ۶۳)

ترجمہ: اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں۔ اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا، نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں، لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں۔ بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا۔

رشتہ مواخاۃ:

حضرت محمد رسول ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار مدینہ کے درمیان "رشتہ مواخاۃ" قائم کر دیا۔ ہر مہاجر کو کسی انصاری کا دینی بھائی بنا دیا اور اس طرح اخوت و محبت کا ایسا مضبوط رشتہ قائم فرما دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کی خودداری:

انصار کے ایثار کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مکانات، باغات اور کھیت آدھوں آدھ بانٹ کر برضاء و رغبت اپنے دینی بھائیوں کو دے رہے تھے۔ دوسری طرف مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا۔ کہ وہ کہتے تھے ہمیں بازار کا راستہ دکھادو۔ ہم تجارت یا مزدوری کر کے پیٹ پالیں گے۔ یہ مواخات ارشاد ربانی

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات: ۱۰)

ترجمہ: (مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں) کی بے مثال عملی تفسیر تھی۔

جواب: مُساوات:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے قول و عمل سے مساوات کا جو درس دیا ہے وہ تاریخ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔

تمام امتیازات کا خاتمہ:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نزدیک امیر غریب، شاہ و گدا، آقا و غلام سب برابر تھے۔ آپ ﷺ نے خاندانی اور قبائلی فخر کو مٹایا۔ ذات پات اور رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو ختم کر دیا۔ آپ ﷺ کے نزدیک سلمان فارسیؓ، بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ کی قدر و منزلت قریش کے معززین سے کم نہ تھی۔

نیکی اور تقویٰ:

مسجد، مسلمانوں کے لیے مساوات کی ایک عملی تربیت گاہ ہے اور نماز مساوات کا بہترین مظہر ہے۔ خواہ امیر ہو یا غریب، بڑا ہو یا چھوٹا، سب ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اسلام میں بزرگی کا انحصار ذات پات اور قبیلہ و خاندان کے بجائے نیکی اور تقویٰ پر ہے۔

اسلامی معاشرہ اور مساوات:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس حقیقت کو خطبۂ حجۃ الوداع میں یوں بیان فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔

ترجمہ: اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے۔ اور تم سب کا باپ (آدم) ایک ہی ہے۔ پس کوئی فضلیت نہیں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر، کالے کو سرخ پر، سوائے تقویٰ کے۔

مساوات کا عملی مظاہرہ:

مساوات کا عملی مظاہرہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے کر دی۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی نمایاں جگہ مخصوص نہ کی۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے درمیان بے تکلفی سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا لباس عام مسلمانوں کے لباس جیسا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا مکان نہایت سادہ اور مختصر سا تھا اور آپ ﷺ کی غذا بہت سادہ ہوتی تھی۔

مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کرتے وقت حضرت محمد ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اس طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر بھی آپ ﷺ عام مسلمانوں کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک رہے۔

سوال ۴۔ عفو و درگزر سے کیا مراد ہے؟ اس سے انسانی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ رسول پاک ﷺ کے عفو و درگزر کے چند واقعات تحریر کریں۔

جواب: عفو و درگزر:

عفو و درگزر ایک بہترین اخلاقی وصف ہے۔ اس سے دوستوں اور عزیزوں کی محبت بڑھتی ہے اور دشمنوں کی عداوت دور ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جن صفات کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ ان میں عفو و درگزر بھی شامل

اُسوۂ رسول ﷺ اور عفو و درگزر:

حضرت محمد ﷺ نے قریش کی شدید مخالفت کو دیکھ کر وادی طائف کا قصد کیا تا کہ وہاں کے رہنے والوں کو دین اسلام کی دعوت دیں۔ طائف کے سرداروں نے حضرت محمد ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے آپ ﷺ سے نہایت غیر مہذب اور ناشائستہ برتاؤ کیا۔ آپ ﷺ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ اس موقع پر جبریل امین تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا "اگر آپ ﷺ حکم دیں تو طائف کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں۔ تا کہ سرکش لوگ نیست و نابود ہو جائیں" مگر حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ انہیں معاف فرمایا بلکہ ان کے حق میں دُعا فرمائی۔ " اے اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما"۔

رسول ﷺ کا قریش کو معاف کرنا:

فتح مکہ کے موقع پر صحن کعبہ میں قریش مکہ کا اجتماع تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بناتے رہے تھے۔ انہوں نے کتنے ہی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو اتنی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ انہیں مکے سے مدینے ہجرت کرنی پڑی۔ اب یہ لوگ خوف و دہشت کی تصویر بنے ہوئے تھے اور ڈر رہے تھے کہ نہ جانے اب ان سے کتنا شدید انتقام لیا جائے گا۔ حضرت محمد ﷺ نے ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔

" اے گروہ قریش! تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں؟ "

انہوں نے جواب دیا۔ "آپ ﷺ نیکی کا برتاؤ کریں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ خود مہربان ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں "

سوال۵۔ ہمارے نبی ﷺ صبر واستقلال کا پہاڑ تھے۔ مثالوں کے ذریعے اس کی وضاحت کریں۔

جواب: صبر واستقلال :

صبر کے لغوی معنی:

صبر کے لغوی معنی روکنے اور برداشت کرنے کے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب وشدائد کو برداشت کرنا۔

استقلال کے لغوی معنی:

استقلال کے لغوی معنی استحکام اور مضبوطی کے ہیں۔ الغرض صبر واستقلال، دل کی مضبوطی، اخلاقی بلندی اور ثابت قدمی کا نام ہے۔

صبر کی فضیلت اور اہمیت:

قرآن مجید میں صبر کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (سورۃ لقمان: ۱۷)

ترجمہ: اور جو مصیبت آپ کو پیش آئے اسے برداشت کرو۔ یہ بڑے عزم کی بات ہے۔

دوسری جگہ پر فرمایا گیا۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۳)

ترجمہ: بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کے وقت رضائے الٰہی کی خاطر صبر و سکون سے کام لے۔ جب حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ آپ ﷺ کا مذاق اڑایا۔ کسی نے (معاذ اللہ) جادوگر کہا اور کسی نے کاہن، مگر آپ ﷺ نے صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور تبلیغ دین سے منہ نہ موڑا۔

نبی ﷺ صبر و استقلال کا پہاڑ :

ایک دن حضرت محمد ﷺ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت کفار کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کے اکسانے پر اونٹ کی اوجھڑی سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ڈال دی اور مشرکین زور زور سے قہقہے لگانے لگے۔ کسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ فوراً دوڑی ہوئی آئیں اور غلاظت آپ ﷺ کی پشت سے دور کی اور ان کافروں کو بد دعا کی۔ اس پر حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ "بیٹی صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے یہ نہیں جانتے کہ ان کی بہتری کس چیز میں ہے"۔

کفار کی گستاخی اور حضور ﷺ کا صبر:

ابو لہب حضرت محمد ﷺ کا چچا تھا۔ لیکن جب سے حضرت محمد ﷺ نے تبلیغ دین شروع کی وہ اور اس کی بیوی ام جمیل دونوں آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ ابو لہب نے یہ کہنا شروع کیا۔ "لوگو! (معاذ اللہ) یہ دیوانہ ہے اس کی باتوں پر کان نہ دھرو" اس کی بیوی حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔ کئی مرتبہ آپ ﷺ کے تلوے لہولہان ہو گئے۔ مگر آپ ﷺ نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کیا۔ کبھی بد دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی اس گستاخی پر ان کی مذمت میں سورۂ لہب نازل کی۔

خاندان بنوہاشم سے قطع تعلق کرلیا۔ جس کی رو سے تمام قبائل عرب کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ بنوہاشم سے ہر طرح کا لین دین اور میل جول بند کریں۔ اور ابولہب کے سوا پورا خاندان بنوہاشم تین سال تک حضرت محمد ﷺ کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں محصور رہا۔ اس دوران انہوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس موقع پر "رحمۃ للعالمین ﷺ" نے نہایت صبر و ضبط اور بڑی پامردی و استقامت سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ اس طرح آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرامؓ بھی رضائے الٰہی کی خاطر مصروف جہاد رہے اور اس راہ میں پیش آنے والی تمام تکلیفوں کو بے مثال صبر و استقامت سے برداشت کرتے رہے۔

سوال ۶۔ ذکر سے کیا مراد ہے؟ ذکر الٰہی کی اقسام اور اس کے فضائل تحریر کریں۔

جواب: ذکر:

ذکر کے معنی:

ذکر کے معنی ہیں کسی کو یاد کرنا۔

دین کی اصطلاح میں ذکر کے معنی:

دین کی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ذکر الٰہی کی تلقین کی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ (سورۃ الاحزاب: ۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو۔

ترجمہ: وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

ایک اور جگہ اس طرح ارشاد ہوا۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾ (سورۃ الرّعد: ۲۸)

ترجمہ: خوب سن کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو ہی جاتا ہے۔

ذکر الٰہی کی اقسام اور فضائل:

ذکر کی افضل ترین شکل نماز ہے کیونکہ اس میں ذکر کی تینوں قسمیں (قلبی، لسانی، عملی) جمع ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اور عبادات میں سب سے پہلے نماز ہی فرض کی گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ رات کو اتنی دیر تک کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت لکھ دی۔ پھر آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا

"کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"

آپ ﷺ کی عبادت کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾

(سورۃ المزمل: ۱،۲،۳)

ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات، آدھی رات یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا۔

دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور ذکر کا طریقہ:

نبی اکرم ﷺ مختلف طریقوں سے اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور فرض نمازوں کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام فرماتے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (سورۃ الاسراء: ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں، سو اس میں تہجد پڑھ لیا کیجئے جو آپ کے حق میں زائد چیز ہے۔ عجب کیا کہ آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ کو مقام محمود میں جگہ دے۔

تسبیح فاطمہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ یعنی بہترین ذکر لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ ہے۔ نماز کے بعد تینتیس، تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا بھی ذکر الٰہی ہے۔ اس ذکر کا نام تسبیح فاطمہ ہے۔ ذکر کے اور بھی بہت سے مسنون طریقے ہیں۔ جو حدیث کی کتابوں میں مذکورہ ہیں۔